سیر و سوانح

ڈاکٹر محمد حمید اللہؒ اور اسلامی علوم کی تحقیق و تدوین

ڈاکٹر محمد سعود عالم قاسمی

ڈاکٹر محمد حمید اللہ صاحب ۱۶ر محرم الحرام ۱۳۲۶ھ مطابق ۱۹ر فروری ۱۹۰۸ء کو کوچہ حبیب علی شاہ کٹل منڈی حیدر آباد دکن میں پیدا ہوئے۔ آپ کا تعلق نوائط خاندان سے تھا، جس نے عرب سے منتقل ہو کر ہندوستان کے مغربی ساحل پر سکونت اختیار کی تھی۔ آپ کے دادا قاضی محمد صبغۃ اللہ بدر الدولہ (۱۲۱۱ھ تا ۱۲۸۰ھ) ممتاز عالم دین تھے اور اردو میں چودہ (۱۴) فارسی میں تئیس (۲۳) اور عربی میں (انتیس) کتب و رسائل کے مصنف تھے، سیرتِ نبوی پر ان کی کتاب "فوائد بدریہ" معروف ہے[۱] ڈاکٹر محمد حمید اللہ کے والد ابو محمد خلیل اللہ صاحب (۱۲۷۴ھ تا ۱۳۶۲ھ) نظام حیدر آباد کی حکومت میں معتمد مال تھے اور کئی کتابوں کے مصنف تھے۔ ڈاکٹر صاحب کے بھائی محمد صبغۃ اللہ اور محمد حبیب اللہ صاحب بھی معروف عالم دین تھے صحیفہ ہمام ابن منبہؒ کا اردو ترجمہ مولانا حبیب اللہ صاحب ہی نے کیا ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے شادی نہیں کی اور لاولد رہے۔

ڈاکٹر محمد حمید اللہ صاحب نے ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کرنے کے بعد مدرسہ دار العلوم میں داخلہ لیا اور ایک سال جامعہ نظامیہ میں تعلیم حاصل کی۔ جامعہ عثمانیہ حیدر آباد میں انٹرمیڈیٹ میں داخل ہوئے اور بی اے، ایم اے، اور ایل ایل بی تک تعلیم حاصل کی قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ طالب علمی کے ایام میں کبھی کلاس سے غیر حاضر نہیں

---

[۱] قاضی محمد صبغۃ اللہ کے حالاتِ زندگی کے لیے دیکھئے: محمد یوسف کوکن کی کتاب Arabic and Persian of Carnatic, Madras, 1974, P.487-500۔ مولانا محمد یوسف کوکن عمری کی ضخیم کتاب 'قاضی بدر الدولہ'، غالباً ان ہی کے حالات اور سوانح پر مشتمل ہے۔

ہوئے۔ آپ نے جامعہ عثمانیہ کے اساتذہ میں خصوصیت کے ساتھ مولانا مناظر احسن گیلانی ؒ صدر شعبۂ دینیات کا تذکرہ اپنی متعدد کتابوں میں کیا ہے، صحیفہ ہمّام بن منبّہ' طبع ثالث کے دیباچہ میں لکھا ہے " دوسرے استاذ مولانا مناظر احسن گیلانی مدّ فیوضہ ہیں یہاں آئندہ اوراق میں دیباچہ میں جو کچھ لکھا گیا ہے وہ اصل میں اسی آفتاب کی ماہتاب وار ضیاپاشی ہے"[۱]

۱۹۳۵ء میں بون یونیورسٹی جرمنی سے ڈی فل کی ڈگری حاصل کی آپ کے تحقیقی مقالہ کا عنوان تھا: " اسلام کے بین الاقوامی تعلّقات"۔۱۹۳۶ء میں سوربون یونیورسٹی فرانس سے ڈی لٹ کی ڈگری حاصل کی، ڈی لٹ کے مقالہ کا عنوان تھا " عہدِ نبوی اور خلافت راشدہ میں اسلامی سفارت کاری"۔

پیرس سے واپسی کے بعد جامعہ عثمانیہ حیدر آباد میں لکچرار مقرر ہوئے، ۱۹۴۸ء کے پولس ایکشن سے پہلے ریاستِ حیدر آباد کی طرف سے اقوام متحدہ میں ۸ رکنی سفارتی مشن کے ساتھ گئے تھے ۔جب نظام حکومت کا خاتمہ اور بھارت سے حیدرآباد کا الحاق ہوگیا تو ڈاکٹر صاحب نے ہندوستان لوٹنے کے بجائے پیرس میں سکونت اختیار کر لی اور نیشنل سینٹر آف سائنٹفک ریسرچ سے وابستہ ہو گئے ریٹائرمنٹ تک تقریبًا بیس سال اس ادارہ میں تحقیقی خدمات انجام دیں ۔ ۱۹۹۵ء کو پٹس برگ اور بعد میں جیکس وے ایف ایل منتقل ہوگئے اور زندگی کے آخری لمحات تک تحقیق و تالیف اور دینی و دعوتی کاموں میں مصروف رہے۔

ڈاکٹر صاحب نے مشرقی زبانوں اردو، فارسی، عربی اور ترکی کے علاوہ انگریزی ، فرانسیسی، اطالوی اور جرمن زبانوں سے بھی واقفیت حاصل کی، چنانچہ ان کی نگارشات اور تحقیقات کا سرمایہ ان تمام زبانوں میں موجود ہے ۔ ابتدا میں ڈاکٹر صاحب کے مقالات و کتب، زیادہ تر اردو زبان میں پھر فرانسیسی و انگریزی زبانوں میں شائع ہوئے ۔لیکن فرانس منتقل ہونے کے بعد اپنی علمی خدمات کے لیے فرانسیسی زبان کو اپنایا، اس لیے بعد میں ان کے بیشتر تحقیقی و علمی مقالات فرانسیسی زبان میں

---

[۱] صحیفہ ہمام بن منبہ، اردو ترجمہ ص۲۲ دیباچہ، کراچی ۱۹۹۸ء

شائع ہوئے۔

"عہدِ نبوی میں نظامِ حکمرانی" کے طبعِ سوم کا دیباچہ لکھتے ہوئے ۱۹۸۰ء میں ڈاکٹر صاحب نے لکھا تھا:

"مادری زبان سے کسے محبت نہیں ہوتی، لیکن گزشتہ تیس سال سے فرانس میں قیام کے باعث زیادہ تر فرانسیسی زبان ہی میں لکھتا رہا ہوں۔ میرے پاس وسائل نہیں کہ اپنی تالیفوں کا اردو ترجمہ کراؤں، اگر خود اس کام میں مشغول ہو جاؤں تو زیرِ تالیف نئی کتابوں کو کون مکمل کرے" [۱]

ڈاکٹر شیخ عنایت اللہ (لاہور) نے ڈاکٹر صاحب کی کتابوں کا فرانسیسی سے اردو میں ترجمہ کرنا شروع کیا تھا، مگر ان کے انتقال کے باعث یہ سلسلہ رک گیا۔ ضرورت ہے کہ کوئی اردو فرانسیسی زبانوں کا ماہر عالم اس سلسلۃ الذہب کو پورا کردے۔

ڈاکٹر صاحب نے ۹۴ سال کی طویل عمر پائی اور اس کا بیشتر حصہ علم و فن کی خدمت، اسلام کی اشاعت اور تدریس و تحقیق میں گذارا۔ کہنا چاہیے کہ ان کی پوری زندگی علومِ اسلامیہ کی حفاظت اور اشاعت کے لیے وقف تھی۔ جو علمی کارنامہ انھوں نے انجام دیا اللہ نے اسے مقبولیت عطا کی۔ ان کے علمی اور تحقیقی کاموں کو بین الاقوامی سطح پر وقار اور اعتبار حاصل ہوا اور مشرق و مغرب دونوں خطۂ ارض کے علمائے مشرقیات کے نزدیک ان کو عزت و احترام کا مقام حاصل ہوا۔

علمی جلالتِ شان کے ساتھ جو بے نفسی، سادگی، منکسر المزاجی، تواضع اور فروتنی ان میں موجود تھی وہ بعد کے اہلِ علم کے لیے ہمیشہ مشعلِ راہ بنی رہے گی۔ علم کے ساتھ بالعموم افتخار بلکہ استکبار بھی چپک جاتا ہے، مگر ڈاکٹر صاحب نے سیرتِ رسولؐ کو نہ صرف بحث و تحقیق کا موضوع بنایا، بلکہ اپنی زندگی کا اسوہ اور رہنما بھی قرار دیا۔ کسی بڑے دانشور محقق اور عالم کے بارے میں جو بالخصوص یورپ میں رہتا ہو، یہی تصور ابھرتا ہے کہ اس کے پاس بڑی ریفرنس لائبریری ہوگی۔ جدید آلات ہوں گے، ملنے والوں کے لیے مزین ڈرائنگ روم ہوگا۔ اس کو آسائشِ زندگی کے

---

[۱] عہدِ نبوی میں نظامِ حکمرانی، دیباچہ طبعِ سوم، دہلی ۱۹۸۰ء

جدید اسباب میسر ہوں گے، مگر اس کو کیا کیجئے کہ ڈاکٹر صاحب پیرس کے ایک مکان کی چوتھی منزل پر ایک ایسے کمرہ میں رہتے تھے جہاں یہ سب کچھ نہ تھا اور تھا تو ایک پرانا ٹائپ رائٹر، ایک بستر و مصلیٰ اور کتابوں کا ڈھیر۔ اسی میں علم و تحقیق کی مشعل روشن رہتی تھی، وہ اپنا کام خود کیا کرتے تھے۔

ڈاکٹر حمید اللہ صاحب نے اسلام کے بنیادی مآخذ قرآن و حدیث، فقہ، سیرت اور صدرِ اسلام کی تاریخ کو موضوعِ بحث بنایا ہے۔ وہ ثانوی مآخذ پر بھروسہ کرنے کے بجائے اوّلین مآخذ اور مصادرِ اصلیہ کی طرف رجوع کرتے ہیں اور اس سلسلہ میں مطبوعات ہی نہیں، مخطوطات سے بھی استفادہ کرتے ہیں۔ مضمون کی تفہیم کے ساتھ الفاظ کی تحقیق، ان کے مآخذ، استعمال، مماثلات، رجال اور مقامات کی تحقیق کے ساتھ ایسی جزئیات کا بھی احاطہ کرتے ہیں جو نادر و نایاب اور دلچسپ معلومات پر مشتمل ہوتی ہے۔ اس کے ثبوت میں ان کے خطبات کے مجموعے "خطباتِ بہاول پور" کو پیش کیا جاسکتا ہے۔ ان کی تحقیق و جستجو کا ایک اہم پہلو یہ ہے کہ وہ جن تاریخی مقامات پر قدیم مآخذ کی روشنی میں قلم اٹھاتے ہیں، ان کی کوشش ہوتی ہے کہ وہ ان مقامات کا بچشمِ خود مشاہدہ بھی کریں اور موقع کی شہادت کو قلم بند کرکے اپنے موضوع کو مستند اور محکم بنائیں۔ اس کا بہترین ثبوت ان کی مشہور کتاب "عہدِ نبوی کے میدانِ جنگ" ہے۔ اگر ان کو محسوس ہوتا ہے کہ اپنی سابقہ تحریر میں مشاہدہ کے بعد اصلاح اور ردّوبدل کی ضرورت ہے تو وہ بلاتکلف اسے انجام دیتے ہیں۔ جنگِ احد کی جائے وقوع کے متعلق ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں کہ "عرصہ سے میں یہ سوچتا اور دوسروں سے پوچھتا رہا کہ مکہ والے مدینہ کے جنوب پر کیوں حملہ آور نہیں ہوئے اور کس مصلحت سے مدینہ کے شمال میں جاکر اپنی واپسی اور اپنی کمک وغیرہ کا راستہ بند کرلیا، جب میری کسی طرح تشفی نہ ہوئی تو مجبوراً میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ موجودہ احد وہ مقام نہیں ہے جہاں غزوۂ احد پیش آیا اور یہ کہ قدیم احد اصل میں مدینہ کے جنوب میں قبا کے قرب و جوار میں کسی جگہ واقع ہوگا، قدیم مورخین اور جغرافیہ نگاروں کا متفقہ بیان کہ احد مدینہ کے شمال میں ہے اور حتیٰ کہ حضرت حمزہؓ کا مزار بھی میری تشفی نہ کر سکے۔ لیکن جب میں نے بر سرِ موقع مقامیاتی

(ٹوپوگرافیکل) مطالعہ کیا تو وہ چیز سمجھ میں آگئی جو بیسیوں کتابوں کی سالہا سال ورق گردانی سے بھی نہ آئی تھی۔"[1] ڈاکٹر صاحب نے یہ کام اس وقت انجام دیا جب جغرافیۂ عرب کے مطالعہ و مشاہدہ کی موجودہ سہولت میسر نہ تھی اور نہ اس کا رجحان تھا بعد میں اس کام کو عرب کے ایک فوجی جرنیل عاتق بن غیث بلادی نے آگے بڑھایا، ان کی کتاب "معجم معالم الجغرافیۃ فی السیرۃ النبویۃ" شائع ہو چکی ہے[2]

ڈاکٹر حمید اللہ کی بڑی خوبی یہ ہے کہ اسلامی ماخذ پر دسترس کے ساتھ، قدیم آسمانی مذاہب اور ان کی تاریخ پر ان کی نظر ہے، چنانچہ جا بجا وہ ان مذاہب کی کتابوں کے حوالے استعمال کرتے ہیں اور ان کے بیانات اور تعلیمات سے اسلامی بیانات کا تقابل اور محاکمہ بھی کرتے ہیں۔ وہ علم و تحقیق کے جدید مناہج اور معیار سے بھی پوری طرح آگاہ ہیں، یورپ کے قلب (پیرس) میں بیٹھ کر برسوں انھوں نے جدید و قدیم مناہجِ بحث و تحقیق سے استفادہ کیا ہے۔ مستشرقین نے اسلامی علوم و تاریخ پر جو کچھ لٹریچر فراہم کیا ہے، ڈاکٹر صاحب نے نہ صرف ان کا احاطہ کیا ہے، بلکہ ان کی خوبی و خامی دونوں کا جائزہ لیا ہے، ان سے استدلال بھی کیا ہے، ان کی خامیوں کی نشاندہی بھی کی ہے اور ان کی کمیوں کو پورا بھی کرنے کی سعی کی ہے، یعنی مشرق و مغرب دونوں کی وراثتِ علمی کے وہ محرمِ راز ہیں۔

عربی و فارسی اور ترکی کے ساتھ یورپی زبانوں سے واقفیت نے ان کے لیے مشرق و مغرب کے فاصلہ کو ختم کر دیا ہے، یہ امتیاز بیسویں صدی کے شاید ہی کسی مسلمان عالم کو حاصل ہو، ڈاکٹر صاحب نے فرانسیسی مستشرق لامنس کی کتابوں مثلاً "مکہ" "گہوارۂ اسلام" اور مغربی عرب وغیرہ سے پورا استفادہ کیا ہے، اسی کے ساتھ اس مضمون کو تحقیقی معیار تک پہنچایا ہے اور لامنس کی خامیوں کی تلافی بھی کر دی ہے، ماہرِ معاشیات پروفیسر خورشید احمد لکھتے ہیں:

"ڈاکٹر محمد حمید اللہ مسلمانوں میں پہلے اور آخری مستشرق (Orientalist) تھے۔

---

[1] عہد نبوی کے میدان جنگ ص۴۹، الابلاغ پبلیکیشنز دہلی ۲۰۰۱ء

[2] معجم معالم الجغرافیۃ فی السیرۃ النبویۃ، دار مکہ ۱۹۸۲ء

مستشرق میں ان کو اس لیے کہہ رہا ہوں کہ انھوں نے مستشرقین کے طریق تحقیق پر ایسی ہی قدرت حاصل کرلی تھی جیسی غزالی نے یونانی فلسفہ پر۔ وہ تحقیق اور طریق تالیف کے باب میں مستشرق ہوئے۔ لیکن اس پہلو سے مستشرقین سے مختلف تھے کہ ان کا قبلہ درست تھا، ان کے اصل مآخذ قرآن وسنت اور مسلمانوں کے معتبر اہلِ علم کی تصانیف تھیں، انھوں نے اسلام کو جیسا کہ وہ ہے، دنیا کے سامنے پیش کیا، البتہ تحقیق وتصنیف، تلاش وجستجو، نقد واحتساب کے ان تمام ذرائع کو کامیابی اور قدرت کے ساتھ استعمال کیا جو مستشرقین کا طرۂ امتیاز سمجھے جاتے ہیں اور اس طرح علمی میدان میں اہلِ مغرب کا جو قرض مسلمانوں پر تھا اسے فرضِ کفایہ کے انداز میں ڈاکٹر صاحب نے چکا دیا۔"[۱]

ڈاکٹر صاحب کی تحقیق کا میدان اسلام اور بین الاقوامی قوانین سے متعلق رہا ہے، وہ بین الاقوامی قانون کا اصل پیش رو مسلمانوں کو قرار دیتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے مستشرق نولیس کی کتاب "قانون بین الممالک" سے پورا استفادہ کیا ہے[۲] اور اس سے تحریک پاکر اسلامی دنیا کے "فقہ السیر" کو قانون بین الممالک کی اساس کے طور پر متعارف کرایا ہے، نیز ان کا تحقیقی مقالہ نظر ثانی کے بعد مسلم کنڈکٹ آف اسٹیٹ کے نام سے چھپ چکا ہے۔ اس موضوع پر ان کی مشہور کتاب "قانون بین الممالک" گراں قدر اہمیت کی حامل ہے۔

اس کتاب پر تبصرہ کرتے ہوئے مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے لکھا تھا:

"سب سے زیادہ خوشی یہ دیکھ کر ہوتی ہے کہ مؤلف نے ان توقعات کو پورا کیا ہے جو ایک مسلمان محقق سے وابستہ ہوتی ہیں، اہلِ یورپ نے بین الاقوامی تعلقات کی تہذیب کا سبق مسلمانوں سے حاصل کیا اور ایک نہایت ترقی یافتہ بین الاقوامی قانون مرتب صورت میں ان سے پایا، مگر ان کی احسان فراموشی نے اتنی بھی اجازت نہ دی کہ وہ بین الاقوامی تعلقات کے نشوونما کی تاریخ میں کہیں مسلمانوں کے حصہ کا اشارتاً ہی اعتراف کرتے، اب یہ کام ایک مسلمان مصنف ہی کا ہوسکتا تھا کہ وہ اس موضوع پر کچھ لکھتے وقت اسلامی قوانین کو فراموش نہ کرتا، چنانچہ ہمیں مسرت ہے کہ ڈاکٹر حمید اللہ نے

---

[۱] ماہنامہ ترجمان القرآن، لاہور ص ۸۵، جنوری ۲۰۰۳ء

[۲] اس کتاب کا اردو ترجمہ جامعہ عثمانیہ حیدرآباد سے شائع ہوچکا ہے۔

اپنی کتاب میں اس حقیقت کو اچھی طرح ظاہر کر دیا ہے کہ موجودہ قانون بین الاقوام کے اصل بانی مسلمان ہیں، نہ کہ اہل یورپ"۔[۱]

ان کی فکر و دلچسپی کا ایک اہم موضوع اسلامیات سے متعلق مخطوطات کے مخفی ذخائر کی تلاش و تتبع ہے۔ ہند و پاک اور عرب ممالک کے ذخائرِ مخطوطات سے لے کر ترکی کے کتب خانوں تک اور جرمنی کی لائبریریوں سے لے کر پیرس کے قلمی ذخائر تک ان کی نظر رہی ہے۔ اس تلاش میں وہ طویل سفر بھی کرتے ہیں اور چھپے ہوئے علمی خزانوں کو علمی دنیا سے روشناس کرانے کی سعی بھی کرتے ہیں۔ مخطوطات کے ذخائر پر ان کی نظر کتنی وسیع ہے اس کا اندازہ مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی کے نام ایک خط سے لگایا جاسکتا ہے، وہ لکھتے ہیں:

"میں انشاء اللہ یکم مارچ کو استانبول پہونچوں گا اور تین ماہ یعنی ختم مئی تک وہاں رہنا ہے۔ اگر اس اثناء میں آں محترم وہاں کچھ دنوں کے لیے تشریف لا سکیں تو ترکی اہلِ علم بھی مستفید ہو سکیں گے اور آں محترم بھی ترکی کے خزائنِ علمی اور مخطوطات سے واقف ہو سکیں گے، ترکی میں تقریباً دس لاکھ قلمی کتابیں سرکاری کتب خانوں میں ہیں صرف استانبول ہی میں کچھ نہیں تو ڈھائی لاکھ مخطوطے ہوں گے اور الحمدللہ اچھی حالت میں ہیں"۔[۲]

قرآن کریم کے ابتدائی سات قلمی نسخے جن کو خلیفۂ ثالث حضرت عثمان غنیؓ نے تیار کرایا اور اسلامی ممالک میں بھیجا تھا، ڈاکٹر صاحب نے ان میں سے تین نسخوں کی تحقیق اور تقابل کیا ہے، ایک نسخہ تاشقند ازبکستان کا، دوسرا انڈیا آفس لندن کا اور تیسرا استنبول کا، ڈاکٹر صاحب نے ازبکستان کے نسخہ کی ایک دلچسپ روداد بھی رقم کی ہے۔[۳]

ڈاکٹر صاحب نے جن قدیم قلمی کتابوں کی بازیافت کی اور ان کو تحقیق و تعلیق کے ساتھ شائع کیا ہے ان میں حسبِ ذیل کتابوں کو بڑی شہرت ملی۔

---

[۱] خورشید احمد، ادبیات مودودی ص۳۹۲، دہلی ۱۹۹۰ء

[۲] مسعود احمد اعظمی، حیات ابوالمآثر ص۳۱۹) مئو ۲۰۰۰ء

[۳] دیکھئے خطباتِ بہاولپور ص

(۱) کتاب الانوار (ابن قتیبہ) حیدر آباد ۱۹۵۶ء

(۲) انساب الاشراف (بلاذری) قاہرہ، مصر ۱۹۵۹ء

(۳) الذخائر والتحف، (قاضی رشید بن زبیر غسانی) کویت ۱۹۵۹ء

(۴) صحیفہ ہمام بن منبہ حیدر آباد ۱۹۶۱ء، بیروت ۱۹۶۹ء (اردو ترجمہ مولانا حبیب اللہ، طبع جدید کراچی ۱۹۹۸ء)

(۵) کتاب النبات، ابوحنیفہ دینوری، قاہرہ مصر ۱۹۷۳ء

(۶) سیرت ابن اسحاق، الرباط، ۱۹۷۶ء، اس کا اردو ترجمہ نقوش کے رسول نمبر جلد ۱۱ میں شائع ہوا ہے[1] ابن اسحاق کی حیات و خدمات پر ڈاکٹر حمید اللہ صاحب نے پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی کے جرنل اپریل ۱۹۶۷ء میں ایک معلوماتی مضمون بھی لکھا تھا۔

(۷) کتاب الردۃ ونبذۃ من فتوح العراق۔ (واقدی) بیروت ۱۹۸۹ء

(۸) کتاب السیر الکبیر (امام محمد) حیدر آباد ۱۹۸۹ء

(۹) صحیفہ۔ یہ میثاق مدینہ کی وہ تاریخی دستاویز ہے جسے ڈاکٹر صاحب نے دنیا کے پہلے تحریری دستور مملکت کی حیثیت سے متعارف کرایا ہے۔ عربی متن کی تحقیق و تعلیق کے ساتھ انگریزی ترجمہ بھی شامل ہے۔

ڈاکٹر صاحب نے ایک طرف ان مخطوطات کو ایڈٹ کرکے شائع کرانے کا اہتمام کیا ہے اور دوسری طرف ہم عصر محققین کو بعض ایسے مخطوطات ایڈٹ کرنے کے لیے سپرد کیے ہیں جو نایاب تھے۔ مثال کے طور پر سنن سعید بن منصور م ۲۲۷ھ جس کی تعلیق و تحقیق مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی م ۱۹۹۲ء نے کی ہے، وہ مخطوطہ ڈاکٹر صاحب ہی نے ترکی کے ذخائر مخطوطات میں دریافت کیا تھا اور مولانا اعظمی کو ایڈٹ کرنے کے لیے عطا کیا تھا۔ مولانا اعظمی کی تحقیق و تعلیق کے ساتھ سنن سعید بن منصور دو جلدوں میں ڈابھیل، گجرات سے ۱۹۶۷ء اور ۱۹۶۸ء میں شائع ہوئی ہے۔

اسی طرح علامہ ابن القیم الجوزیہ کی نایاب کتاب "احکام اہل الذمۃ" جسے ڈاکٹر

---

[1] دیکھئے نقوش جلد ۱۱ رسول نمبر لاہور ۱۹۸۵ء ۱۰۳

صبحی الصالح صدر شعبۂ عربی لبنان یونیورسٹی نے تحقیق و تعلیق سے مزین کیا ہے، یہ مخطوطہ ڈاکٹر صاحب ہی نے ایڈٹ کرنے کے لیے ان کے حوالے کیا تھا محقق نے ڈاکٹر صاحب کی اس علم دوستی کا اعتراف کیا ہے اور ڈاکٹر صاحب نے اس کتاب پر طویل مقدمہ رقم کیا ہے[۱] ڈاکٹر صاحب کی علمی تحقیق کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ حدیث و سیرت اور تاریخ اسلام سے متعلق اہم مصنفین کی کتابوں پر استدراکات لکھے ہیں، جن میں نئی معلومات کا اضافہ اور بعض غلط فہمیوں کا ازالہ ہے۔ مثال کے طور پر علامہ سید سلیمان ندوی کی مشہور زمانہ کتاب "عرب و ہند کے تعلقات" شائع ہوئی، تو ڈاکٹر صاحب نے اس پر ایک علمی تبصرہ لکھا اور نئی معلومات کا اضافہ کیا۔ ان کا یہ مضمون علامہ ندوی کے رسالہ معارف میں شائع ہوا، پروفیسر خورشید احمد صاحب نے ماہنامہ چراغِ راہ لاہور کا جب اسلامی قانون نمبر نکالا تو ڈاکٹر حمید اللہ صاحب نے ایک طویل خط اس کے سلسلہ میں لکھا اور فروگذاشتوں کی نشاندہی کی۔

اسی طرح مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی نے حافظ ابوبکر عبدالرزاق بن ہمام م ۲۱۱ھ کی مصنف عبدالرزاق کو ایڈٹ کر کے ۱۹۷۲ء میں شائع کرایا تو ڈاکٹر صاحب نے استانبول کے کتب خانے کے مخطوطات کے حوالہ سے ثابت کیا ہے کہ مصنف عبدالرزاق کی آخری دو جلدیں معمر بن راشد کی "کتاب الجامع" پر مشتمل ہیں اور یہ مسند عبدالرزاق کا حصہ نہیں ہے۔ اس کے جواب میں مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی نے ایک مضمون لکھا جس میں اپنے اس موقف پر دلیلیں پیش کیں کہ یہ جلدیں مصنف عبدالرزاق ہی کا حصہ ہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے دوسرا مضمون لکھا اور کچھ مزید دلائل کا اضافہ کیا۔ جواب میں مولانا اعظمی نے اپنے نقطۂ نظر کے اثبات میں مزید حقائق و شواہد پیش کیے۔ مصنف عبدالرزاق اور "جامع معمر بن راشد" سے متعلق دونوں بزرگوں کے مذکورہ مکالمات تحقیق و تدوین کے طالب علموں کے لیے مشعلِ راہ کی حیثیت رکھتے ہیں[۲]

---

[۱] دیکھئے احکام اہل الذمہ، مطبوعہ دار العلم، بیروت، لبنان۔ جلد اول۔

[۲] اسیر ادروی، مصنف عبدالرزاق کی کتاب الجامع کا قضیہ۔ ترجمان الاسلام، جولائی تا دسمبر ۱۹۹۲ء بنارس۔

عربی تصانیف

تحقیق و تعلیق کے علاوہ ڈاکٹر صاحب کی طبع زاد کتابیں بھی اسلامی علوم کے سرمایہ میں گراں قدر اضافہ کرتی ہیں۔ ان کتابوں کا محور بھی فکری غلطیوں کی اصلاح، فقہ، سیرت اور عہدِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے، عربی زبان میں ان کی حسبِ ذیل کتابیں اور مقدمے معروف و مشہور ہیں۔

(۱) مجموعۃ الوثائق السیاسیۃ للعہد النبوی والخلافۃ الراشدۃ

یہ اپنے موضوع پر تاریخی دستاویز ہے جو بڑی عرق ریزی سے جمع کی گئی ہے۔ اس کتاب کے حصۂ اول میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مکتوبات، فرامین، معاہدے، دعوتِ اسلامی، عمّال کی تقرری، آراضی وغیرہ کے عطیات، امان نامے، وصیت نامے، مکتوبات کے حاصل شدہ جوابات وغیرہ کی دستاویزیں جمع کی گئی ہیں اور حصۂ ثانی میں عہد خلافتِ راشدہ کی دستاویزوں کو جمع کیا گیا ہے، اس کتاب نے سیرتِ نبوی اور اسلامی تاریخ میں معتبر ماخذ کا مقام حاصل کر لیا ہے، اس کتاب کے دو ایڈیشن "لجنۃ التالیف والترجمہ" مصر سے اور تیسرا ایڈیشن بیروت سے ۱۹۶۹ء میں شائع ہوا، اس کتاب کا اردو ترجمہ مولانا ابو یحییٰ نوشہری نے کیا تھا، جو لاہور سے شائع ہوا۔

(۲) مقدمۃ فی علم السیر

علامہ ابن قیم الجوزیہ کی کتاب 'احکام اہل الذمہ' کے نام سے ۱۹۶۱ء میں بیروت سے ڈاکٹر صبحی الصالح کی تحقیق کے ساتھ شائع ہوئی۔ اس کتاب کا واحد قلمی نسخہ ڈاکٹر صاحب کے پاس تھا جو ان کے آبائی مدرسہ محمدیہ مدراس کی ملکیت تھا۔ ڈاکٹر صبحی الصالح کو یہ مخطوطہ ایڈٹ کرنے کو دیا گیا اور اس پر نہایت فاضلانہ مقدمہ ڈاکٹر صاحب نے رقم کیا، جس میں اسلام کے ملکی اور بین الاقوامی قانون، غیر مسلم ریاستوں سے تعلقات اور اہل ذمہ کے حقوق سے متعلق بحث کی ہے۔

(۳) القرآن فی کل لسان

یہ دنیا کی ایک سو بیس زبانوں میں قرآن کریم کی ببلوگرافی (اشاریہ) ہے۔ اس میں سورۂ فاتحہ کے تراجم کے نمونے بھی شامل ہیں۔ یہ کتاب انگریزی اور ترکی میں بھی شائع ہوکر مقبول ہو چکی ہے۔

(۴) امام بخاری کی **الجامع الصحیح** کا اشاریہ بھی آپ نے تیار کیا ہے۔

(۵) تدوینِ حدیث (مقدمہ)

صحیفہ ہمام ابن منبہ کے شروع میں تدوینِ حدیث پر ایک طویل فاضلانہ مقدمہ رقم کیا ہے، جس نے تدوینِ حدیث سے متعلق، مستشرقین اور منکرینِ حدیث کی پھیلائی ہوئی بہت سی غلط فہمیوں کو بے بنیاد ثابت کر دیا ہے۔

اردو تصانیف

(۱) عہدِ نبوی میں نظامِ حکمرانی، طبع اول ۱۹۴۴ء دہلی۔ طبع جدید اسلامک بک فاؤنڈیشن دہلی ۱۹۹۵ء۔

یہ کتاب رسولِ کریم کے عہدِ مبارک کی ثقافتی، علمی اور سیاسی سرگرمیوں سے بحث کرتی ہے اور متفرق مقالات پر مشتمل ہے، جس میں شہری مملکتِ مکہ، پہلا تحریری دستور، اسلام میں عدل گستری، نظامِ تعلیم، سیاست کاری، سیاستِ خارجہ، ہجرت، نوآبادکاری اور جوانی (اسپورٹس) وغیرہ موضوعات بحث آئے ہیں۔ طبع ثانی کے پیش لفظ میں ڈاکٹر صاحب نے لکھا تھا:

"یہ پہلی جلد ہے۔ دوسری جلد میں عہدِ نبوی کے نظام ہائے مالیہ فوج اور اہلِ ذمہ اور بعض دیگر متفرقات مثلاً بین الاقوامی عصبیتوں کو کم کرنے کی تدبیریں وغیرہ شامل ہوں گے[۱]

مگر یہ دوسری جلد منظرِ عام پر نہ آسکی، البتہ فرانسیسی زبان میں سیرت پر ڈاکٹر صاحب نے

---

[۱] دیکھئے عہدِ نبوی میں نظامِ حکمرانی پیش لفظ طبع ثانی ص۷ نئی دہلی ۱۹۹۵ء

جو کتاب لکھی ہے اس کی دوسری جلد میں یہ مباحث شامل کر لیے گئے۔

(۲) رسولِ اکرم کی سیاسی زندگی۔ لاہور، ۱۹۵۰ء

اس کتاب میں سیرت کے موضوع سے متعلق مضامین کو یکجا کیا گیا ہے۔ کتاب کے ابتدائی اوراق میں مضامین کا زمانۂ تالیف بھی رقم کیا گیا ہے، تاکہ قارئین کے سامنے منظر اور پس منظر واضح رہے۔ کتاب کا سببِ تالیف بیان کرتے ہوئے ڈاکٹر صاحب نے لکھا ہے:

"بجائے سنہ وار سوانح پاک لکھنے کے ملک وار اور قوم وار لکھتا رہا اور گذشتہ بیس سال سے ایسی چیزیں مختلف علمی رسالوں میں نکلتی رہی ہیں، کتابوں کے مقابل ایسی چیزیں جلد عام دسترس سے باہر ہو جاتی ہیں، خیال ہوا کہ ایسے چند مقالوں کو یکجا کر دیا جائے تو مناسب ہے۔"[۱]

(۳) عہدِ نبوی کے میدان جنگ۔

یہ مختصر مگر جامع کتاب بارہا چھپی ہے اور انگریزی، فرانسیسی، ترکی وغیرہ میں اس کے بہت سے ایڈیشن نکلے ہیں۔ کتاب لکھتے وقت ڈاکٹر صاحب نے خیبر، تبوک، موتہ وغیرہ کے مقامات کا عینی مشاہدہ نہیں کیا تھا، جب یہ موقع آیا تو کتاب کے انگریزی ایڈیشن میں انھوں نے ضروری معلومات کا اضافہ بھی کیا ہے۔

(۴) قانون بین الممالک کے اصول اور نظیریں۔ طبع دوم ۱۹۴۵ء حیدرآباد، یہ اہم کتاب ہے جو ڈاکٹر صاحب کے موضوعِ خاص سے تعلق رکھتی ہے۔ یہ کتاب طلباء کی نصابی ضرورت کو پورا کرتی ہے۔ اس کے بعض پہلو دوسری کتابوں میں مثلاً مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی "الجہاد فی الاسلام" اور مولانا سید سلیمان ندوی کی "عرب و ہند کے تعلقات" میں متفرق طور پر مل جاتے ہیں، مگر اس موضوع پر اردو میں اتنی جامع کتاب غالباً اس سے پہلے نہیں لکھی گئی۔

(۵) خطباتِ بہاول پور۔

---

[۱] رسولِ اکرم کی سیاسی زندگی، عرض مؤلف ص تاج کمپنی دہلی ۱۹۸۵ء

جامعہ اسلامیہ بہاولپور پاکستان میں ۱۹۸۰ء میں قرآن، حدیث، فقہ، اصول فقہ، قانون بین الممالک کی تاریخ اور دین و عقائد، مملکت، نظامِ دفاع، نظامِ تعلیم اور نظامِ تشریع و عدلیہ پر ڈاکٹر صاحب نے بارہ عالمانہ توسیعی خطبات دیے تھے۔ ان خطبات کا مجموعہ ۱۹۸۱ء میں پاکستان سے اور نیا ایڈیشن ۱۹۹۷ء میں دہلی سے شائع ہوا ہے، اس کتاب کا انگریزی ترجمہ ڈاکٹر افضل اقبال نے کیا ہے جسے اسلامک ریسرچ انسٹی ٹیوٹ اسلام آباد نے شائع کیا ہے۔

(۶) دائرۃ المعارف الاسلامیہ (پاکستان) میں بائیس مقالے ڈاکٹر صاحب کے تحریر کردہ ہیں۔

(۷) نیلگری، مکتبہ ابراہیمیہ حیدرآباد دکن۔

انگریزی تصانیف

(۱) انٹروڈکشن ٹو اسلام

یہ کتاب مرکز ثقافتِ اسلامی فرانس کی تحریک پر اسلام کی تاریخ، مذہب و تہذیب اور زندگی کے مختلف پہلوؤں پر رہنمائی کے سلسلے میں لکھی گئی۔ یہ ایک موثر کتاب ہے، پہلی مرتبہ ۱۹۵۷ء میں پیرس سے شائع ہوئی۔ بعد میں متعدد زبانوں میں شائع ہوئی، اس کتاب کا ہندی ترجمہ منصور آغا صاحب نے کیا جو ہندوستان پبلیکیشنز دہلی سے شائع ہوا۔

(۲) محمد رسول اللہ۔ یہ کتاب ترکی حکومت کی فرمائش پر انگریزی میں لکھی گئی ہے، ۱۹۷۴ء میں حیدرآباد دکن سے شائع ہوگئی۔ کتاب کے مقدمہ میں مصنف نے سیرتِ رسول سے متعلق اپنی دوسری تصانیف و مقالات کا حوالہ بھی دیا ہے۔ بعد میں رسول اللہ محمد کے نام سے یہ کتاب ترکی میں شائع ہوئی ہے۔ اس کا اردو ترجمہ جناب نذیر حق نے کیا ہے جو نقوش رسول نمبر جلد ۲ میں شامل ہے۔

(۳) مسلم کنڈکٹ آف اسٹیٹ۔

اس مبسوط کتاب میں اسلام سے پہلے بین الاقوامی قانون، بین الاقوامی تاریخ میں اسلام کا مقام، آزادی، جائداد، اختیارات، سفارت، جنگ، بغاوت، ڈاکہ زنی

جنگی قیدیوں سے سلوک، دشمنوں سے سلوک، مسلم فوج میں خواتین اور دیگر موضوعات سے بحث کی گئی ہے۔ اس کتاب کا چھٹا ایڈیشن ۱۹۷۳ء میں لاہور سے شائع ہوا ہے۔

(۴) فرسٹ ریٹن کانسٹی ٹیوشن ان دی ورلڈ (دنیا کا پہلا تحریری دستور) لاہور ۱۹۶۸ء تیسرا ایڈیشن۔ اس کتاب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے "میثاقِ مدینہ" پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے اور ریاستِ مدینہ کو پہلی کثیر قومی ونسلی اور مذہبی وفاقی حکومت کی حیثیت سے پیش کیا گیا ہے۔

فرانسیسی تصانیف

(۱) ترجمۂ قرآن کریم، پیرس ۱۹۵۹ء

فرانسیسی زبان میں اس ترجمہ کو وہی مقبولیت اور شہرت حاصل ہے جو انگریزی میں عبداللہ یوسف علی کے ترجمہ کو حاصل ہے۔ اب تک اس ترجمہ کے بیس سے زیادہ ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔

(۲) سیرت النبی، دو جلدیں۔ پیرس ۱۹۵۹ء

اس کتاب کا ترکی میں بھی ترجمہ ہوا ہے اور متعدد ایڈیشن نکلے ہیں۔ کمیونسٹ یوگوسلاویہ میں بھی بشناق (یوگوسلاوی) زبان میں اس کا ترجمہ شائع ہوا ہے۔ اس کتاب کی دوسری جلد میں رسولِ کریم کے نظامِ حکمرانی کو خاص طور پر موضوع بنایا گیا ہے۔ اس کے علاوہ عہدِ نبوی کے عسکری نظام، مالی نظام، اہلِ ذمہ کے حقوق اور بین الاقوامی مصیبتوں کو کم کرنے کی تدابیر پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

(۳) اسلام کا تعارف۔

یہ مقبول عام کتاب ہے اور تیئس (۲۳) زبانوں میں اس کا ترجمہ شائع ہوا ہے۔

(۴) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چھ مکاتیب، پیرس ۱۹۸۶ء

(۵) ہم روزہ کیوں رکھیں؟ پیرس ۱۹۸۳ء

(۶) صحیح بخاری کے بوسکائی کے ترجمہ کی تصحیح۔ پیرس

(۷) مذاہب کی انسائیکلوپیڈیا، پیرس ۱۹۸۸ء اور مذہبی گائیڈ ۱۹۶۷ء

(۸) اسلامی سیاستِ خارجہ بعہدِ نبوی وخلافتِ راشدہ

جلد اول La diplomatic musulmane
جلد دوم Corpus des documents پیرس ۱۹۳۵ء
(۹) عہدِ نبوی کے میدان جنگ پیرس

ڈاکٹر صاحب نے اپنی انگریزی کتاب محمد رسول اللہؐ کے مقدمہ میں اپنی بعض اہم کتب ومقالات کی فہرست رقم کی ہے۔

توسیعی خطبات

ڈاکٹر صاحب کی علمی خدمات کا ایک پہلوان کے توسیعی خطبات ہیں جو اپنے موضوع پر وسیع، متنوع، مستند اور وقیع تاریخی اوراسلامی معلومات فراہم کرتے ہیں۔ ان کے توسیعی خطبات کا سلسلہ بیسویں صدی کی تیسری دہائی سے شروع ہوا اور صدی کے آخر تک جاری رہا۔

حیدرآباد کے زمانۂ قیام میں عہدِ نبوی کے مختلف موضوعات پر حیدرآباد، ہندوستان اور فرانس میں ان کے خطبات قدر ومنزلت حاصل کر چکے تھے، مثلاً ۱۹۳۵ء میں سوربون پیرس میں ان کا یادگار خطبہ تھا، جس میں انھوں نے یہ ثابت کیا تھا کہ آغازِ اسلام کے وقت پورے جزیرہ نمائے عرب میں ایک معاشی وفاق قائم ہو چکا تھا۔ ۱۹۴۰ء میں مدراس یونیورسٹی میں ایک وقیع خطبہ "جدید بین الاقوامی قانون کی تاریخ میں اسلام کا مقام" کے عنوان پر دیا تھا۔

فرانس سکونت اختیار کرنے کے بعد ان کے توسیعی خطبات کا سلسلہ وسیع ہوا۔ فرانس کی جامعات، اداروں اور تنظیموں کے علاوہ پاکستان، ترکی، عرب اور یورپی ممالک میں ان کے علمی خطبات دلچسپی سے سنے جاتے تھے۔ ترکی میں ہر سال وہ تین ماہ گزارتے اور وہاں کی یونیورسٹیوں میں لیکچر دیتے، ان کی حیثیت وزیٹنگ پروفیسر یعنی استاذ زائر کی ہوتی۔ عالمِ اسلام کے لیے ان کا مقام گشتی معلّم کا تھا، ان کے خطبات میں سب سے مشہور سلسلہ خطباتِ بہاولپور کا ہے جو خطباتِ بہاولپور ہی کے نام سے شائع ہوا ہے۔ بہاولپور کی اسلامی یونیورسٹی کے وائس چانسلر صاحب نے ان کو اسلامی علوم وثقافت کی تاریخ پر بارہ خطبات دینے کی دعوت دی۔ چنانچہ ۱۴۰۰ھ میں انھوں

نے یہ خطبات برجستہ بغیر نوٹس کی مدد کے دئے، ان کے خطبات کے متعلق عبدالقیوم قریشی صاحب وائس چانسلر بہاول پور یونیورسٹی نے لکھا ہے:

"فاضل مقرر نے اپنے تحقیقی مطالعہ کی بدولت ہر موضوع پر اس طرح روشنی ڈالی ہے کہ دینِ اسلام اور اس کے اجتماعی نظام کا ایک واضح تصور ذہن پر چھا جاتا ہے۔ اس ضمن میں تقابلِ ادیان کا پہلو بھی نمایاں اہمیت رکھتا ہے، کیونکہ اس سے دیگر مذاہب و ملل کے تاریخی پس منظر میں اسلام اور اسلامی ثقافت کی عظمت پوری آب و تاب سے جلوہ گر ہو جاتی ہے۔ فاضل مقرر کے ہر خطبہ میں ایسی بہت سی باتیں ملتی ہیں جو بیشتر لوگوں کے لیے انکشاف کا درجہ رکھتی ہیں اور جا بجا ایسے نکات موجود ہیں جن سے غور و فکر کی نئی راہیں کھلتی ہیں"۔[1]

دعوت و تبلیغ

ڈاکٹر محمد حمید اللہ صاحب نرے اسلامی محقق نہ تھے جو اپنے کمرہ یا لائبریری تک محدود ہو، بلکہ انھوں نے بھرپور سماجی اور دینی و دعوتی زندگی بسر کی۔

ڈاکٹر صاحب کی ذات فرانس میں اسلام کے داعی، وکیل اور سفیر کی تھی۔ وہ اسلام کے معاملہ میں مسلمانوں اور غیر مسلموں کے لیے مرجع کی حیثیت رکھتے تھے، ان کی حیثیت مسلمانوں کی اجتماعیت میں روح رواں کی تھی۔ وہ ان کے لیے مرشد و معلّم اور غیر مسلموں کے لیے اسلامی معلومات کا معتبر اور مستند ماخذ تھے، وہ مساجد میں قرآن و حدیث کی تعلیم دیتے، سمیناروں اور علمی نشستوں میں اسلام کی نمائندگی کرتے اور غیر مسلموں کے درمیان اسلام کی دعوت حکمت و بصیرت کے ساتھ پیش کرتے، ان کے ہاتھ پر ہزاروں افراد مشرف بہ اسلام ہوئے۔

پیرس کی ایلیٹ گروپ وزرا و امرا اور سفرا کی بیگمات کی انجمن نے ایک مرتبہ فرانس میں موجود مذاہب کے متعلق واقفیت حاصل کرنی چاہی، اسلام کے تعارف کے لیے ڈاکٹر حمید اللہ صاحب تشریف لے گئے۔ تقریر کے بعد خواتین نے

---

[1] خطبات بہاول پور، تعارف ص ۱۱